بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اسلامی تحریکیں جہاں جہاں بھی برسرِ عمل ہیں، شدید مشکلات اور پیچیدگیوں سے دوچار ہیں۔ وہ ہر جگہ بادشاہوں اور آمریتوں کے بوجھ تلے ذہنی گھٹن کی حالت میں اپنے آپ کو زندہ رکھے ہوتے ہیں۔ ایسے سنگین اور وجود شکن حالات کے تحت زندہ رہنا بھی ایک کارنامہ ہے، اور یہ زندہ رہنا بھی اس وجہ سے ممکن ہوا کہ دلدادگانِ حق نے گراں بہا قربانیاں دے دے کر مخالف قوتوں کو یہ احساس دلایا ہے کہ تم ہمیں ختم نہیں کر سکتے۔ اُدھر نظام ہائے جبریت نے بھی یہ اسکیم تیار کر لی ہے کہ جینے دو مگر قدم آگے بڑھانے کا موقع نہ دو۔

ہماری بادشاہتیں اور آمریتیں بجائے خود ہی کچھ کم نہ تھیں، اب ان کی پشت پر دونوں عالمی طاقتیں بھی آگئی ہیں، اُن کے ساتھ ان کے گملوں کی چھوٹی اقوام بھی ہیں جن میں سے بعض انتہا درجہ کی اسلام دشمن اور مسلم آزار ہیں ــــ مثلاً امریکہ کی طرف سے اسرائیل، یونان اور فلپائن اور روس کی طرف سے ویت نام، ایتھوپیا (حبشہ) اور البانیہ وغیرہ۔ دونوں عالمی قوتیں فعال اسلامی عناصر کو دبانے کے لیے ایک طرف یہ دلائل دیتی ہیں کہ اسلام کے علمبردار ترقی کی راہ میں حائل ہیں اور وہ عالمی اور قومی ضروریات کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور دوسری طرف وہ ہمارے حکمرانوں کو یہ اندیشہ دلاتی ہیں کہ ان عناصر نے اگر زور پکڑ لیا تو تمہارا تخت اُلٹ جائے گا۔ پھر وہ چونکہ اپنی طرف سے سرمایہ، اسلحہ اور ماہرین کی شکل میں بھی امداد دیتی ہیں۔ اس وجہ سے ان

کی ایک دلیل یہ ہوتی ہے کہ اگر اسلامی عناصر کو دبایا نہ گیا تو یہ موجودہ ترتیب کو توڑ دیں گے اور ہماری ساری امدادی مساعی برباد ہو جائیں گی۔ پھر وہ مسلم انقلابیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مسلمان قیادتوں کو پروپیگنڈے سے لے کر پھانسی کے پھندے تک کی ساری اسکیم بنا کے دیتی ہیں۔ یہاں تک مسلم حکومتیں اپنے ہی ذہین اور دیانت دار عناصر کی تباہی کے درپے ہو جاتی ہیں۔

پس ہمارے حکمران اکیلے نہیں ہیں وہ اُس مخالفِ اسلام ہائی کمان کے آلہ ہائے کار ہیں جس کے ہیڈ کوارٹر ماسکو اور واشنگٹن اور تل ابیب میں قائم ہیں۔ اِسی ہائی کمان نے امریکہ سے مصر کی سادات حکومت کو ایک جامع خفیہ منصوبہ بنا کر دیا تھا کہ اخوان المسلمون کا زور کس طرح توڑا جا سکتا ہے۔ یہ رازِ نہاں فاش ہو گیا، لہٰذا منصوبہ پر عمل مؤخر تو ہو گیا مگر آہستہ آہستہ کام اسی رُخ پر ہو رہا ہے اور اگلے مراحل میں زیادہ واضح طور پر ہونے لگے گا۔ ٹھیک اسی طرح عالمی اکابر دوسرے اہم مسلمان ممالک میں —— جہاں جہاں اسلامی تحریکیں کام کر رہی ہیں —— یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کی اُٹھتی ہوئی لہر کا رُخ مسلم جبریت کیش حکمرانوں کے ہاتھوں پھروا دیا جائے۔

عالمی طاقتوں نے پروپیگنڈے کی وسیع قوتوں اور نو بہ نو سازشی کارروائیوں کے ذریعے ایک طرف بہ حیثیت مجموعی مسلمانوں کو مبتلائے افتراق کرنے کی مساعی شروع کر رکھی ہے اور دوسری طرف اسلامی تحریکوں کی صفوں میں دراڑیں پیدا کرنے کے ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہیں۔ ان مساعی اور ہتھکنڈوں کے مظاہر و نتائج جگہ جگہ دیکھے جا سکتے ہیں۔

روس اور امریکہ دونوں نے باقاعدہ یہ طے کر لیا ہے (اور کے جی بی اور سی آئی اے کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں) کہ اسلامی تحریکوں کا زور توڑنا ہے۔

اِس سلسلے میں پہلی حرکت تو اس پروپیگنڈے کی شکل میں سامنے آئی کہ اسلام کوئی خطرناک قوت ہے۔ اور موجودہ مہذب دُنیا میں بہ وحشیانہ ملائیت کا ظہور و اقدام ہے۔ اس مفہوم کو نئے پیرائے میں بیان کرنے کے لیے (FUNDAMENTALISM) کی اصطلاح رائج کی

گئی ہے۔

عالمی قوتیں دُور بیٹھ کر اسلامی تحریکوں کے خلاف جو جنگ لڑنا چاہتی ہیں، اس کے لیے اصلی حکمرانوں سے (جو بدل بھی سکتے ہیں) زیادہ اُن کی اُمیدیں مسلمان ممالک کی بیوروکریسی (وہ خالص سول ہو یا فوجی اور سول ملی جلی) سے وابستہ ہیں جو خوئے غلامی میں پختہ، سامراجی دَور کی روایات کی پاسدار، مزاج کی سیکولر اور اطوار کے لحاظ سے اباحیت پسند ہے۔ بیوروکریسی اور دوسرے لادینی عناصر اور اُن کی بیگمات کا محاذ ایک بڑا مؤثر محاذ ہے۔ اور اس محاذ کو اسلامی تحریکوں کے خلاف اس طرح استعمال کیا جارہا ہے کہ بالعموم استعمال ہونے والوں کو پتا بھی نہیں چلتا کہ ہم کدھر لے جارہے ہیں۔

اس محاذ کی مضبوطی کے لیے شراب اور قمار، مخلوط ثقافتی تقاریب، رندانہ آرٹ، عریاں تصویروں، جنسی تحریروں، بیہودہ گانوں کے اسلحہ سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ جہاں جہاں دولت پرستی، مفاد کی بندگی، عریانی و فحاشی اور عورتوں کے سوشل اُبھار کے مظاہر بڑھ رہے ہیں وہاں وہاں اسلام کے خلاف عالمی تحریک اپنا کام تیزی سے کر رہی ہے۔

یہ حملہ سیدھا سیدھا اسلامی اقدار و اخلاق کی تباہی کا باعث بن رہا ہے۔ اسلامی تحریکوں کے علمبردار اور محبِ دین عوام گندگی کے اس ریلے کے خلاف لکھتے ہیں، بولتے ہیں، شور مچاتے ہیں، اس کی مذمت کرتے ہیں، حتیٰ کہ اسلام سے وفاداری رکھنے والی خواتین و طالبات اکثریتی طبقہ نسواں کی نمائندگی کرتے ہوئے صدائے احتجاج بلند کرتی ہیں مگر بیوروکریسی کے دیوتا، لادینیت پسند طبقے، ذرائع ابلاغ پر پہلے سے قابض غلبۂ اسلام کے مخالفین مضبوط قلعوں میں بیٹھے احتجاجی لہروں کا کوئی نوٹس نہیں لیتے، بلکہ مرکزی فرمانروا قوت کے گرد گھیرا ڈال کر اُسے یہ یقین دلاتے ہیں کہ قوم کی یہ آواز ہے ہی نہیں، قوم تو ساری ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔

کوئی مثال یا نظیر ایسی موجود نہیں کہ مغرب زدہ ذہنوں کے اُٹھائے ہوئے کسی اشغلے کے خلاف کوئی مسلمان حکومت ڈٹ کر کھڑی ہوگئی ہو کہ کسی خاص غلط نظریہ و رجحان کو ہم اپنے ہاں نہیں چلنے دیں گے۔ خاص طور سے ماڈرن خواتین کا مقام تو اتنا بلند ہے کہ دس بیس بھی اگر اُٹھ کھڑی ہوں تو ٹیلی وژن پر ساری قوم کے پسندیدہ کسی دینی پروگرام کو بند کرا سکتی ہیں اور نصِ قرآنی کے خلاف آنچل کو پرچم

بنا سکتی ہیں ۔

یہ بہت ہی غیر مساویانہ کشمکش ہے، جس میں بیرونی طاقتیں، عالمی مادہ پرستانہ تہذیب، مقامی بیوروکریسی، سیکولر طبقے اور بعض اقلیتیں مسلم قوت کے خلاف محاذ آرا ہیں، اور جب اس تصادم میں کوئی فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے تو مرکزی حکمران قوت کا فیصلہ بھی اپنا وزن مخالف پلڑے میں ڈال دیتا ہے ۔

آگے چلیں تو یہ نقشہ احوال سامنے آتا ہے کہ مخالفِ اسلام عالمی قوتیں سرِ دار ہے ہیں اور ہر سطح پر مسلم قوت میں دراڑیں پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں ۔ بین الاسلامی سطح پر عراق اور ایران کی جنگ، اب لیبیا اور سوڈان میں کھچاؤ، ایران اور سعودی عرب (خلیجی ریاستوں سمیت) میں تناتنی، نائیجیریا اور گھانا میں منافرت، شمالی یمن اور جنوبی یمن میں منافات، صومالیہ اور ہیں تنازعہ، اور پھر دوسرے مسلم ممالک کی ہمدردیوں کا مختلف اطراف میں تقسیم ہو جانا ۔ عالمی اتحادِ اسلامی کی ان کوششوں کے لیے تباہ کن ہے جو چند سال سے ہو رہی ہیں ۔

پھر مختلف مسلم ممالک کے متعلق پروپیگنڈا اور سازشی عمل جاری ہے ۔ مثلاً ایران کے خلاف امریکہ اور مغرب میں علانیہ اور روسی حلقۂ اثر میں خفیہ طور پر ردِّ عمل کی شدید لہر موجود ہے ۔ افغانستان کے خلاف ہمدردی کے پردے میں امریکی و مغربی حلقے اپنا کام یوں کر رہے ہیں کہ ایک تو وہ افغانیوں کی تحریکِ اسلامی کو نہیں مانتے بلکہ وطن پرستانہ جنگِ آزادی کا تصور اُن سے وابستہ کرتے ہیں، دوسرے لفظ "جہاد" کا استعمال ان کے لیے تکلیف دہ ہے ۔ علاوہ ازیں وہ اپنی عالمی ڈپلومیسی کے گراں قدر تقاضوں کے باوجود ضرورت سے بہت کم غذائی یا طبی اور پروپیگنڈے کی امداد دے کر افغانیوں کو لمبے دورِ مصیبت سے گزارنا چاہتے ہیں تاکہ وہ پِستے پِستے آخر کار ایک ایسی سیکولر حکومت و قیادت پر راضی ہو جائیں جو امریکہ و مغرب کو پسند ہو ۔

مختلف ملکوں میں اسلامی تحریکوں میں بھی طرح طرح سے رخنہ اندازی ہو رہی ہے ۔ مثلاً ہر جگہ کوئی نہ کوئی کمیپ اور ذہنی چھاپہ ماروں کو ایسا جتھا موجود ہے جو مذہبی خدمت کے طور پر زندہ دفعال

اسلامی تحریکوں پر سنگ باری کرنے میں مصروف ہے۔ ایسے عناصر کو اپنا مثبت و تعمیری کام کرنے سے زیادہ عزیز یہ ہے کہ وہ غلبۂ اسلام کا کام کرنے والی نمایاں مرکزی قوتوں میں کیڑے ڈالیں اور اُن کے خلاف جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے رہیں۔ جسے حال میں کوئی چیز نہیں ملتی وہ پچھلے تاریخی واقعات کی نئی نئی توجیہیں کرتا ہے، جسے ماضی میں کچھ نہیں ملتا وہ گول مول الزام گھڑتا ہے اور خاص خاص افراد کو نشانہ بناتا ہے، جسے کوئی معنی خیز بات نہیں ملتی وہ علمبردارانِ تحریک کے کسی ایک لفظ یا فقرے پر سیاق و سباق کو برطرف کر کے بدباطنی کا ایوان تعمیر کرتا ہے، جسے عمل و کردار میں گرفت کی راہ نہیں ملتی وہ اپنی جانب سے ایک خاص نیت فرض کر کے دوسرے کے دل میں قبط کرتا ہے۔ اور ان سارے کرشمہ سازوں کو بعض غلط اطراف سے تقویت ملتی رہتی ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اسلامی ذہن رکھنے والے فعال و متحرک نوجوان طلبہ کی جو قوت پچھلے چند برس میں اسلامی ملکوں میں پروان چڑھی ہے، وہ بھی حملے کی زد میں ہے۔ پاکستان میں یہ تجربہ بہت نمایاں ہو کر سامنے آگیا ہے کہ تحریکی انداز پر کام کرنے والے طلبہ کے خلاف جامد ذہنیت کے پاسداروں نے اپنے طلبہ کی ایک قلیل سی تعداد کو میدان میں اُتار دیا ہے۔ ان قلیل التعداد اسلامی طلبہ کا گٹھ جوڑ چھوٹی چھوٹی ایک درجن سے زیادہ جن تنظیموں سے قائم ہوا ہے ان کی مرکزی قوتِ قیادت بائیں بازو کے قبضے میں ہے، کیونکہ بقیہ عناصر یا تو لادینیت پسند ہیں یا کم سے کم غلبۂ اسلام کے مخالف ہیں۔

حال ہی میں بنگلہ دیش میں کمیونسٹ اور لادینیت پسند طلبہ نے خونخوارانہ حملہ کر کے جس طرح اسلامی ذہن کے طلبہ کو قتل اور گھائل کیا ہے وہ بڑی سبق آموز صورتِ حالات ہے۔ اس سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ مخالفِ اسلام ذہن کتنا جارحانہ ہے وہاں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ بین بین قسم کی حکومتیں اسلام کا نام لینے کے باوجود اسلامی عناصر کو مسلسل کمزور کر کے کیسے خراب حالات پیدا کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ اسی نہج پہ پاکستان میں کام ہو رہا ہے اور یہاں کی حکومت بھی بظاہر ایک "غیر جانبدارانہ" روش اختیار کر کے اسلام کے پاسدار نوجوانوں کے لیے خطرناک حالات پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہے۔ طلبہ کی طرح ہمارے یہاں مسلم ذہن کے اُستادوں کا جو منظم اتحاد نشوونما پا چکا ہے۔ اس میں سے لادینی کارکنوں نے بڑی مہارت سے ایک تعداد کو توڑ کر الگ کر لیا ہے۔

سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کا یہ حال ہے کہ اسلام اور پاکستان سے محبت رکھنے والے لوگ اب تک جمع نہیں ہو سکے، بلکہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے درمیان دیواریں یا خندقیں پیدا کرنے والی ہیں۔ البتہ اسلام اور پاکستان کے خلاف کام کرنے والوں نے اپنی امارت میں مختلف گروہوں کی صف بندی کی کوششیں شروع کر رکھی ہیں۔ ایم۔ آر۔ ڈی ان کی قلعہ بندی ہے، اس کی کمان لادینیت پسند پیپلز پارٹی کے ذہن کے پاس ہے اور اس ذہن کے پیچھے کمیونسٹ بٹن دباتے اور بند کرتے ہیں، در آنحالیکہ اس قلعے کی فصیلوں پر اچھے خاصے مذہبی اور پاکستان دوست حضرات گشت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

علماء کی شان یہ ہے کہ اول تو ہر کوئی اپنے گروہ کو ساتھ لے کر یا کم سے کم اپنے مدرسے اور محراب و منبر کے ماحول میں اپنے آپ کو واحد برحق ترجمانِ دین سمجھتا ہے، پھر مسجد مسجد میں فرقہ بندی کے اڈے موجود ہیں اور اپنے اپنے لاؤڈ اسپیکروں سے ہر طرف صدائے اَنَا وَلَا غیری بلند ہو رہی ہے۔ جس میں کبھی کبھی تکفیر کا شر بھی مل جاتا ہے۔ کچھ اور حضرات ہیں جن کے ہاتھوں میں قلم ہیں وہ اسلامی ریاست و حکومت کے بنیادی مسائل میں اپنے اپنے جداگانہ اجتہادات نشر کر رہے ہیں۔ اور کچھ لوگ اخباری کالموں میں سود اور مضاربت سے لے کر قربانی اور ختنہ تک کے متعلق رنگا رنگ شگوفے چھوڑ رہے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ "یک بام و دو ہوا" کے بجائے جہاں معاملہ "یک بام و صد ہوا" کا ہو جاتے، وہاں لوگ سرے سے بام ہی کو آسیب زدہ سمجھنے لگتے ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اگر کسی کا اپنا ایک جداگانہ طرزِ فکر ہو تو وہ اس پر مثبت کام کرے، بلکہ مثبت کام سے بہت زیادہ ضروری یہ ہے کہ جس کسی سے ان کا اختلاف ہو اُس کے متعلق دو ایک بار اظہار رائے کافی نہیں بلکہ نت نیا تبرّیٰ ضروری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے عقیدہ و مقصد کی محبت پر ہزار گنا زیادہ غالب ان لوگوں سے نفرت رکھنے کی بیماری ہے جن سے اختلاف ہو گیا۔ پھر ایسے اختلاف کا مریض ہر جگہ اپنی طرح کے مریضوں کی تلاش میں رہتا ہے، مگر نہیں جانتا کہ اس طرح کے مریضانِ منفیت کی بڑی سی فوج جمع کر لینے سے بھی کچھ نہیں بنتا۔

یہ ہیں مختلف دوائر میں اسلامیت کے مصائب جن کو پھیلانے کے لیے کچھ ماہرین ہر جگہ پس پردہ کام کرتے ہیں، گروہ میں شامل ہو کر بھی اور افراد سے عقیدت استوار کر کے یا اُن کی خدمت کر کے بھی، اور کچھ ہاشیری کے ذریعے بھی۔

کتنا اعلیٰ اور مقدس دین سامنے ہے، کتنا عظیم الشان نصب العین مرکزِ توجہ ہے، کتنا بھاری اور

محنت طلب کام ہے، اور کیا حال زار ہے ہمارے محاذِ اسلامیت کے پراگندہ ذہن جانبازوں اور سرگراں سپہ سالاروں کا!

یہ دُور دُور تک پھیلا ہوا دَورِ تعطّل اسلامی تحریکوں کے لیے ایک تاریخی مرحلہ معلوم ہوتا ہے۔ اس مرحلے کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ اس میں مخالف نظریات اور تخریبی فتنوں کو کام کرنے کے مواقع زیادہ وسیع پیمانے پر حاصل ہیں۔ خود اپنے یہاں ہی دیکھ لیجیے، حکومت کی صفوں سے لے کر قومی سیاست کے دائروں تک ہر جگہ مخالف و مزاحم عناصر زور پر ہیں۔ فرقہ وارانہ نزاعات کا دروازہ کھل گیا ہے۔ خواتین ہمک ہمک کر شریعت سے اپنی بیزاری کا اظہار کر رہی ہیں۔ اُن کے آگے آگے ایسے وکلا ہیں جو اپنے مفاد کے لیے شرعی عدالتوں کے قیام کے خلاف غوغا آرائی کر رہے ہیں۔ اخباری کالموں میں ہر قلم بردار نے بڑے اور چھوٹے تمام دینی مسائل کے پُرزے اس طرح کھول کر رکھ دیے ہیں کہ بس پورے سسٹم سے اعتبار اُٹھ جائے۔ چمنستانِ ثقافت پر بھی بہار آئی ہوئی ہے۔ اور ساتھ کے ساتھ رشوت و خیانت اور جرائم و تشدّد کا سلسلہ بھی عروج پر ہے۔

اور بلندیوں سے "اسلامی نظام" — "اسلامی نظام" کا مبارک آوازہ بھی لمحہ بہ لمحہ بلند ہو رہا ہے۔

پاکستان اور دیگر ممالک کے رفقائے جادۂ حق سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کا مرحلہ آجانے پر جذباتِ اضطراب سے معاملہ نہیں سُلجھتا۔ کرنا یہ چاہیے کہ:-

۱- کام کا جو راستہ بند ہے اس کے کھلوانے کی جدوجہد اس حد تک کریں جس حد تک ممکن اور قرینِ مصالحِ ملت ہو۔

۲- کام کے وہ دائرے جن کا دروازہ کوئی قوت بند نہیں کر سکتی۔ ان میں پہلے سے دس گنا زیادہ کام کیجیے تاکہ اس دَورِ تعطّل سے نجات کی جب بھی راہ نکلے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی افرادی قوت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ دعوت کے لیے نئے نئے میدان پیدا کیجیے، نئے گوشے (باقی بر صفحہ ۵۳)